فتاویٰ امن پوری (قسط ۲۵۴)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: درج ذیل روایت کی سند کیسی ہے؟

❀ قبیلہ بنونجار کی ایک صحابیہ سے مروی ہے:

كَانَ بَيْتِي مِنْ أَطْوَلِ بَيْتٍ حَوْلَ الْمَسْجِدِ وَكَانَ بِلَالٌ يُؤَذِّنُ عَلَيْهِ الْفَجْرَ فَيَأْتِي بِسَحَرٍ فَيَجْلِسُ عَلَى الْبَيْتِ يَنْظُرُ إِلَى الْفَجْرِ، فَإِذَا رَآهُ تَمَطّٰى، ثُمَّ قَالَ: اللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ قَالَتْ: ثُمَّ يُؤَذِّنُ، قَالَتْ: وَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُهُ كَانَ تَرَكَهَا لَيْلَةً وَاحِدَةً تَعْنِي هٰذِهِ الْكَلِمَاتِ.

''مسجد نبوی کے اردگرد والے گھروں میں سے میرا گھر سب سے اونچا تھا، بلال رضی اللہ عنہ اس پر چڑھ کر اذان فجر کہا کرتے تھے، آپ رضی اللہ عنہ سحری کے وقت آ جاتے، چھت پر ہی بیٹھے رہتے اور طلوع فجر کو دیکھتے رہتے، جب اسے دیکھ لیتے، تو انگڑائی لیتے، پھر یہ دعا پڑھتے: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَحْمَدُكَ وَأَسْتَعِينُكَ عَلٰى قُرَيْشٍ أَنْ يُقِيمُوا دِينَكَ ''اللہ! میں تیری ہی حمد بیان کرتا ہوں اور تجھ سے ہی کفار قریش پر مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے دین کو قائم کریں۔'' پھر بلال رضی اللہ عنہ اذان کہتے۔ اللہ کی قسم! میں نہیں جانتی کہ انہوں نے یہ کلمات ایک

رات بھی ادا نہ کیے ہوں۔“

(سنن أبي داود : 519، السنن الكبرىٰ للبيهقي :1/425)

جواب: سند ضعیف ہے۔

① احمد بن محمد بن ایوب بغدادی نے ابراہیم بن سعد سے مغازی نہیں سنیں۔

❁ اسحاق بن ابی اسرائیل رحمہ اللہ کے قول سے یہی معلوم ہوتا ہے۔

(الكامل لابن عدي :1/285، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ بھی اسی طرف گئے ہیں۔

(سؤالات ابن الجنيد : 863)

② عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کا نجاریہ صحابیہ سے سماع معلوم نہیں ہو سکا۔

سوال: اذان کے دوران مؤذن کو کسی نے سلام کہا، تو کیا حکم ہے؟

جواب: مؤذن دوران اذان سلام کا جواب دے سکتا ہے۔

سوال: اذان پر اُجرت لینا کیسا ہے؟

جواب: اذان پر اُجرت لینا مکروہ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ اذان پر اُجرت نہ لی جائے، اسی طرف نبی کریم ﷺ نے بھی راہنمائی کی ہے، جمہور اہل علم کے فہم سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ البتہ اگر اہل مسجد تحفہ کے طور پر مؤذن کو کچھ دے دیں، تو وہ بلا کراہت جائز ہے۔

❁ سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے ایک علاقے کا امام مقرر کیا اور من جملہ وصیتوں میں سے ایک وصیت فرمائی:

اِتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهٖ أَجْرًا .

”ایسا مؤذن مقرر کیجئے، جو اذان پر اجرت نہ لیتا ہو۔“

(سنن أبي داود :531، سنن النّسائي : 672، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۰۹) نے ''حسن'' کہا ہے۔ امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ (۴۲۳) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ (۷۱۵) نے مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے موافقت کی ہے۔

۞ امام ابن منذر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ثَابِتٌ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔''

(الأوسط : 62/3)

۞ حافظ ابن عبد الہادی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو 'جید' کہا ہے۔

(تنقيح التّحقيق : 64/3)

۞ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِسْنَادُهٗ حَسَنٌ، وَأَصْلُهٗ فِي مُسْلِمٍ .

''اس کی سند حسن ہے، اس کی اصل صحیح مسلم میں ہے۔''

(فتح الباري : 199/2)

۞ معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لَا يُؤَذِّنُ لَكَ إِلَّا مُحْتَسِبٌ .

''اذان وہ شخص دے، جو صرف اجر و ثواب کی اُمید رکھتا ہے۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :227/1، وسندهٗ صحيحٌ)

۞ امام ترمذی رحمہ اللہ (۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

اَلْعَمَلُ عَلٰى هٰذَا عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ كَرِهُوا أَنْ يَأْخُذَ الْمُؤَذِّنُ عَلَى

الْأَذَان أَجْرًا، وَاسْتَحَبُّوا لِلْمُؤَذِّنِ أَنْ يَّحْتَسِبَ فِي أَذَانِهٖ .

''اہل علم کا اسی پر عمل ہے، وہ اذان پر اُجرت لینے کو مکروہ سمجھتے ہیں، نیز اہل علم پسند کرتے ہیں کہ مؤذن اذان میں صرف اَجر وثواب کی اُمید رکھے۔''

(سنن التّرمذي، تحت الحديث : 209)

❀ حافظ خطابی رحمہ اللہ (۳۸۸ھ) فرماتے ہیں:

أَخْذُ الْمُؤَذِنِ الْأَجْرَ عَلٰى أَذَانِهٖ مَكْرُوهٌ فِي مَذَاهِبِ أَكْثَرِ الْعُلَمَاءِ .

''اکثر اہل علم کے مذہب میں مؤذن کا اذان پر اجرت لینا مکروہ ہے۔''

(مَعالم السّنن :156/1)

تنبیہ:

یحییٰ بکاء سے مروی ہے:

كُنْتُ آخِذًا بِيَدِ ابْنِ عُمَرَ، وَهُوَ يَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ، فَلَقِيَهٗ رَجُلٌ مِنْ مُؤَذِّنِي الْكَعْبَةِ، فَقَالَ : إِنِّي لَأُحِبُّكَ فِي اللّٰهِ، فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ : وَإِنِّي لَأُبْغِضُكَ فِي اللّٰهِ، إِنَّكَ تُحَسِّنُ صَوْتَكَ لِأَخْذِ الدَّرَاهِمِ .

''میں نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ طواف کعبہ کر رہے تھے، اسی اثنا میں کعبہ کے ایک مؤذن سے ملاقات ہوئی، کہنے لگا: میں اللہ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں، تو سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: مگر میں اللہ کے لیے تجھ سے بغض رکھتا ہوں، اس لیے کہ تم درہم کمانے کے لیے (اذان دیتے وقت) آواز کو خوبصورت بناتے ہو۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة :227/1)

سند ضعیف ہے۔

① یحییٰ بن مسلم بکاء ''ضعیف'' ہے۔

② عمارہ بن زاذان ''کثیر الخطا'' ہے۔

سوال: درج ذیل روایت بلحاظ سند کیسی ہے؟

❀ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَمَرَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا أَذَّنَّا أَوْ أَقَمْنَا، أَنْ لَّا نُزِيلَ أَقْدَامَنَا عَنْ مَّوَاضِعِهَا .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم فرمایا کہ جب ہم اذان یا اقامت کہیں، تو اپنے پاؤں کو ان کی جگہ سے نہ ہٹائیں۔''

(نصب الرّاية للزّيلعي :277/1)

جواب: سند سخت ضعیف ہے۔

① حسن بن عمارہ جمہور کے نزدیک ''ضعیف'' ہے۔

❀ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهٗ شُعْبَةُ وَجَمَاعَةٌ كَثِيرَةٌ .

''اسے امام شعبہ اور محدثین کی ایک بڑی جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(مجمع الزوائد : 289/2)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ضَعَّفَهُ الْجُمْهُورُ .

''اسے جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔''

(طبقات المدلّسين : 53)

نیز یہ ''مدلس'' بھی ہے۔

۞ اس روایت کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''ضعیف'' کہا ہے۔

(التلخيص الحبير :204/1، ح : 299)

② عبداللہ بن بزیع انصاری بھی ''ضعیف'' ہے۔

سوال: قبر پر اذان کہنا کیسا ہے؟

جواب: دفن کے بعد قبر پر اذان کہنا بدعت ہے، احادیث میں اس کی اصل نہیں اور صحابہ کرام، تابعین عظام، ائمہ دین اور سلف صالحین کے زمانہ میں بھی اس کا وجود نہیں۔

اگر یہ نیکی کا کام ہوتا یا میت کے لئے نفع مند ہوتا تو صحابہ ضرور ایسا کرتے، کیونکہ وہ سب سے بڑھ کر قرآن وسنت کے معانی، مفاہیم ومطالب اور تقاضوں کو سمجھتے اور ان کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے تھے۔

ائمہ اربعہ سے بھی اس کا جواز یا استحباب منقول نہیں، احناف کی امہات الکتب میں تو اس کا ذکر ہی نہیں ملتا البتہ بعض حنفی علماء نے اس کے عدم جواز کا فتوی دیا ہے اور اس کے بدعت ہونے پر صراحت کی ہے۔

① درِّ بحار میں ہے:

مِنَ الْبِدَعِ الَّتِي شَاعَتْ فِي بِلَادِ الْهِنْدِ الْأَذَانُ عَلَى الْقَبْرِ بَعْدَ الدَّفْنِ .

''ہندوستان میں عام ہونے والی بدعتوں میں سے ایک بدعت دفن کے بعد اذان کہنا بھی ہے۔'' (منقول از جاء الحق :318/1)

② محمود بلخی کہتے ہیں:

اَلْأَذَانُ عَلٰی قَبْرٍ لَیْسَ بِشَيْءٍ .

''قبر پر اذان کہنا کچھ نہیں ہے۔''

(منقول از جاء الحق: 318/1)

③ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''میت کو قبر میں داخل کرتے وقت مروّج اذان سنت نہیں، حافظ ابن حجر مکی نے اس کے بدعت ہونے کی صراحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ جس نے اسے بچے کے کان میں اذان دینے پر قیاس کرتے ہوئے اسے سنت سمجھا، تاکہ خاتمہ ابتدا سے مماثلت اختیار کر جائے، وہ درستی کو نہیں پہنچا۔''

(فتاوی شامی: 235/2، جاء الحق: 317/1-318)

تنبیہ:

شامی صاحب نے بعض شوافع کی کتب سے اذان کے مواقع ذکر کیے ہیں، ان میں سے ایک میت کو قبر میں اتارتے وقت کی اذان کا ذکر کیا ہے، ساتھ لکھا ہے:

لٰكِنْ رَدَّهُ ابْنُ حَجَرٍ فِي شَرْحِ الْعُبَابِ .

''لیکن ابن حجر (مکی) نے ''شرح العباب'' میں اس کا رد کیا ہے۔''

تو مفتی نعیمی بریلوی صاحب نے لکھا:

''اولا تو ابن حجر (مکی) شافعی ہیں، بہت سے علما جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں، تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر۔''

(جاء الحق: 316/1)

شامی صاحب نے شوافع کی کتاب سے میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کا ذکر کیا ہے، نہ کہ قبر پر اذان کا، ساتھ ہی ابنِ حجر مکی کا انکار ورد ذکر کر دیا، اگر ابن حجر مکی شافعی ہیں، تو قبر میں اتارتے وقت اذان بھی تو شوافع کی بعض کتب میں ہے؟ رہا یہ کہنا:

''بہت سے علما جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں، فرماتے ہیں کہ اذانِ قبر سنت ہے اور امام ابن حجر (مکی) شافعی اس کی تردید کرتے ہیں۔''

تو ہم کہتے ہیں کہ اس سلسلہ میں کوئی ایک بھی حنفی عالم پیش نہیں کیا جا سکتا۔

فائدہ:

احمد رضا خاں بریلوی صاحب نے اس مسئلہ پر إِيْذَانُ الْأَجْرِ فِي أَذَانِ الْقَبْرِ کے نام سے رسالہ لکھا ہے، جس میں وہ ''حسن'' یا ''صحیح'' تو درکنار کوئی ''ضعیف'' اور ''موضوع'' روایت بھی پیش نہیں کر سکے، جس سے یہ ثابت ہوتا ہو۔

دلائل اور ان کا جائزہ:

یاد رہے کہ عمومی دلائل سے اس کا ثبوت پیش کرنا درست نہیں، کیونکہ بدعات یا تو عمومی دلائل کے تحت آتی ہی نہیں یا ان سے مستثنیٰ ہوتی ہیں۔

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے ک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَزَلَ آدَمُ بِالْهِنْدِ فَاسْتَوْحَشَ، فَنَزَلَ جِبْرِيلُ فَنَادٰى بِالْأَذَانِ : اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ، فَقَالَ لَهٗ : وَمَنْ مُحَمَّدٌ هٰذَا؟ فَقَالَ : هٰذَا آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ .

''آدم علیہ السلام (جنت سے) ہندوستان میں اترے اور وحشت زدہ ہو گئے، پھر جبریل علیہ السلام اترے اور اذان کہی: اَللّٰهُ أَكْبَرُ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا تو آدم علیہ السلام نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ جبریل نے کہا: آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ہیں۔''

(حلية الأولياء للأصبهاني : 107/5، تاريخ دِمَشق لابن عساكر : 437/7)

① روایت ''ضعیف'' ہے۔

❁ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ مَجَاهِيْلُ . ''اس میں کئی مجہول ہیں۔''

(فتح الباري : 79/2)

② علی بن بہرام بن یزید کوفی کی توثیق نہیں مل سکی۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَمْ أَعْرِفْهُ .

''میں اسے نہیں پہچانتا۔'' (مجمع الزّوائد : 87/8)

③ اس روایت میں قبر پر اذان کا اشارہ تک نہیں۔

❁ سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَآنِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِيْنًا، فَقَالَ : يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ! إِنِّي أَرَاكَ حَزِيْنًا، فَمُرْ بَعْضَ أَهْلِكَ يُؤَذِّنُ فِي أُذُنِكَ، فَإِنَّهٗ دَرْءُ الْهَمِّ .

''مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا تو فرمایا: ابو طالب کے بیٹے! میں آپ کو

غمگین دیکھتا ہوں، اپنے کسی گھر والے کو حکم دیں کہ وہ آپ کے کان میں اذان کہے کیونکہ اذان غموں کا مداوا ہے۔‘‘

(الغرائب الملتقطة لابن حجر : 119/8)

جھوٹی روایت ہے۔

① ابو عبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی متہم ہے۔

② عبداللہ بن موسیٰ بن حسن سلامی کے بارے میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِي رِوَايَاتِهٖ غَرَائِبُ وَّمَنَاكِيْرُ وَّعَجَائِبُ .

’’اس کی مرویات غریب، منکر اور تعجب خیز ہیں۔‘‘

(تاریخ بغداد : 383/11)

❀ نیز لکھتے ہیں:

كَانَ صَحِيْحَ السَّمَاعَاتِ، إِلَّا أَنَّهٗ كَتَبَ عَمَّنْ دَبَّ وَدَرَجَ مِنَ الْمَجْهُوْلِيْنَ وَأَصْحَابِ الزَّوَايَا، قَالَ : وَكَانَ أَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَنْدَةَ الْأَصْبَهَانِيُّ الْحَافِظُ سَيِّءُ الرَّأْيِ فِيهِ، وَمَا أَرَاهُ كَانَ يَتَعَمَّدُ الْكَذِبَ فِي فَضْلِهٖ .

’’اس کی سماعات صحیح ہیں، مگر مجہولین اور گوشہ نشینوں میں سے جو ہاتھ چڑھتا، اس سے بیان کر دیتا تھا، حافظ ابوعبداللہ بن مندہ اصبہانی رحمہ اللہ اسے برا سمجھتے تھے، کہتے کہ یہ فضیلت میں جان بوجھ کر جھوٹ بولتا تھا۔‘‘

(تاریخ بغداد : 383/11)

❁ حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

رَوٰى حَدِيْثًا مَا لَهٗ أَصْلٌ .

''اس نے ایک بے سند روایت بیان کی ہے۔''

(میزان الاعتدال: 508/2)

③ فضل بن عباس یا ''عیاش'' کوئی کون ہے؟ معلوم نہیں۔

④ حفص بن غیاث ''مدلس'' ہیں۔

⑤ اس میں قبر پر اذان کا ذکر تک نہیں ہے۔

❁ سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا؛ فَإِنَّ التَّكْبِيرَ يُطْفِئُهٗ .

''آگ دیکھیں، تو تکبیر کہیں، کیونکہ اللہ اکبر اسے بجھا دیتا ہے۔''

(عمل اليوم واللّيلة لابن السنّي: 295-298، الدّعاء للطّبراني: 1266)

① من گھڑت ہے، قاسم بن عبداللہ بن عمر ''متروک'' ہے۔

❁ امام احمد رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا ہے۔

(تقريب التّهذيب لابن حجر: 5468)

❁ الدعا للطبرانی رحمہ اللہ (1266، 1267) میں اس کی متابعت عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عمر نے کی ہے، وہ بھی ''کذاب'' ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''متروک'' کہا ہے۔

(تقريب التهذيب: 3922)

الکامل لابن عدی (151/4) اور الدعوات الکبیر للبیہقی (238) میں متابعتاً ابن لہیعہ کی روایت آئی ہے، اس میں ابن لہیعہ (ضعیف عند الجمہور) کی تدلیس ہے،

❁ ابن ابی مریم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اس حدیث کو ابن لہیعہ نے ہمارے ایک ساتھی زیاد بن یونس حضرمی سے سنا، وہ قاسم بن عبداللہ بن عمر سے بیان کرتے ہیں، ابن لہیعہ اسے مستحسن عمل خیال کرتا تھا، پھر اس نے کہا، اسے وہ عمرو بن شعیب سے بیان کرتا ہے۔''

(الضّعفاء الكبير للعقيلي : 296/2)

ثابت ہوا کہ یہ متابعت اس سند کی ہے، جس میں قاسم بن عبداللہ ''کذاب'' ہے۔

❁ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہوئے، ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح بیان کی، لوگوں نے بھی دیر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تسبیح بیان کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑائی بیان کی، لوگوں نے بھی بڑائی بیان کی، پوچھا: اے اللہ کے رسول! آپ نے تسبیح کیوں بیان کی، فرمایا:

لَقَدْ تَضَايَقَ عَلٰى هٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ .

''اللہ کے اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی، اب اللہ عزوجل نے اسے فراخ کر دیا ہے۔''

(مسند الإمام أحمد : 360/3، ح : 14934، 377/3، ح : 15094)

سند ''ضعیف'' ہے، محمود بن عبدالرحمٰن بن عمرو بن جموح کی توثیق ثابت نہیں۔

❁ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْحُسَيْنِيُّ : فِيهِ نَظَرٌ، قُلْتُ : وَلَمْ أَجِدْ مَنْ ذَكَرَهٗ غَيْرَهٗ .

''حسینی نے کہا ہے کہ اس میں نظر ہے۔ میں (ہیثمی رحمہ اللہ) کہتا ہوں کہ میں نے نہیں دیکھا کہ ان کے علاوہ کسی اور نے اسے ذکر کیا ہو۔''

(مَجمع الزّوائد : 46/3)

❁ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ، وَلَهُ ضُرَاطٌ، حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِينَ .

''جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے، تو شیطان گوز مارتا ہوا پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے تاکہ وہ اذان نہ سنے۔''

(صحيح البخاري : 608، صحيح مسلم : 389)

یہاں مطلق اذان کا ذکر نہیں، بلکہ نماز کے لیے اذان کا ذکر ہے، لہٰذا اس سے قبر پر اذان کا جواز ثابت کرنا درست نہیں، کیونکہ شریعتِ مطہرہ میں قبر پر اذان کا ثبوت نہیں ملتا، نہ ہی صحابہ وتابعین، تبع تابعین اور ائمہ اسلام کی زندگیوں میں اس کا ثبوت ملتا ہے، لہٰذا اس کے بدعت ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

اس پر کوئی دلیل نہیں کہ شیطان قبر میں انسان کو ورغلاتا ہے۔

❁ سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے کہ انہوں نے ایک میت کے دفن کے بعد یہ الفاظ کہے:

اَللّٰهُمَّ أَجِرْهَا مِنَ الشَّيْطَانِ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ .

''اللہ! اسے شیطان کے وسوسے اور قبر کے عذاب سے محفوظ فرما۔''

(سنن ابن ماجه : 1553)

اس کی سند ضعیف ہے۔

① حماد بن عبد الرحمٰن ضعیف ہے۔

② ادریس بن صبیح اودی مجہول ہے۔

۞ اسے امام ابوحاتم رازی رحمہ اللہ نے ''مجہول'' کہا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 264/2)

۞ حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ (۵۹۷ھ) فرماتے ہیں:

''(وہ فتان سے محفوظ رہتا ہے) اس کی تفسیر میں ابوعبداللہ حمیدی کہتے ہیں:
''فتنان سے مراد شیطان ہے، کیونکہ لوگ فتنے کا شکار تب ہی ہوتے ہیں، جب انہیں شیطان بہکاوا دیتا ہے اور گناہوں کو مزین کر کے دکھاتا ہے۔'' مجھے اس تفسیر پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی، کیونکہ یہ الفاظ موت کے بعد کے بارے میں ہے، جبکہ مرنے کے بعد شیطان کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا۔ لہٰذا ان الفاظ کی درست تفسیر ہے: وہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہتا ہے۔''

(كشف المُشْكِل عن حديث الصّحيحين : 36/4)

۞ قبر پر اذان کو تلقین پر قیاس کیا گیا ہے، قبر پر تلقین شیعہ کا شعار ہے، جو کہ دلائل شرعیہ سے ثابت بھی نہیں، ایک بدعت پر قیاس کرنا کیونکر جائز ہوا؟

قارئین! ان دلائل کو بار بار پڑھیں، پھر نعیمی صاحب کی عبارات پر غور کریں:

''مسلمان میت کو قبر میں دفن کر کے اذان دینا اہل سنت کے نزدیک جائز ہے جس کے بہت سے دلائل ہیں۔'' (جاء الحق: 310/1)

۞ نیز لکھتے ہیں:

''قبر پر بعد دفن اذان دینا جائز ہے، احادیث اور فقہی عبارات سے اس کا ثبوت ہے۔'' (جاء الحق: 311/1)

وہ احادیث اور فقہی عبارات کہاں ہیں؟ ہمیں تو نہیں ملیں، ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ کتب احناف بلکہ مذاہبِ اربعہ میں بھی اس کا نام ونشان تک نہیں۔

(سوال): اگر کوئی شخص نماز پڑھنا چاہے، مگر کسی مجبوری کے باعث قبلہ رخ نہیں ہو سکتا، تو کیا وہ بغیر قبلہ منہ کر کے نماز پڑھ سکتا ہے؟

(جواب): مجبوری کی صورت میں جائز ہے۔

(سوال): کیا نماز تراویح میں نیت ضروری ہے؟

(جواب): ہر نماز کے لیے نیت کرنا ضروری ہے، نیت دل کے ارادے اور قصد کا نام ہے، زبان سے نیت کرنا بے اصل اور بدعت ہے۔

❀ علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

اَلنِّیَّةُ هِيَ الْإِرَادَةُ، فَنِيَّةُ الصَّلَاةِ هِيَ إِرَادَةُ الصَّلَاةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی عَلَی الْخُلُوصِ، وَالْإِرَادَةُ عَمَلُ الْقَلْبِ .

''نیت ارادے کا نام ہے، لہٰذا نماز کی نیت یہ ہے کہ اللہ کے لیے خلوص دل سے نماز کا قصد کریں اور ارادہ دل کا عمل ہے۔''

(بدائع الصّنائع :127/1)

❀ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(البينة : 5)

''انہیں صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ دین کو اللہ کے لیے خاص کرتے ہوئے اسی کی عبادت کریں۔''

❀ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِىءٍ مَّا نَوٰى .

''اعمال کا اعتبار نیتوں پر موقوف ہے اور ہر شخص کی نیت کا اعتبار ہوگا۔''

(صحيح البخاري :1، صحيح مسلم : 1907)

سوال: کیا نماز کے لیے زبان سے نیت فقہائے احناف کے ہاں بدعت ہے؟

جواب: احناف کے کئی فقہا نے نماز کی زبان سے نیت کو بدعت قرار دیا ہے۔

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''(يَحْسُنُ ذٰلِكَ لِاجْتِمَاعِ عَزِيمَتِهٖ) کا معنی یہ ہے کہ نماز کی نیت زبان سے کرنا مستحسن ہے۔ جبکہ یہ بات محل نظر ہے۔ ''المفید'' میں لکھا ہے: ہمارے بعض مشائخ نے زبان سے نیت کو مکروہ جانا ہے، کیوں کہ نیت دل کی معرفت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ مافی الضمیر پر مطلع ہے، لہٰذا زبان سے وضاحت کی چنداں ضرورت نہیں۔ یہی بات درست ہے، کیوں کہ یہ کہنا: میں فلاں فلاں نماز کی نیت کرتا ہوں، کئی لحاظ سے فضول ہے:

① منقول و ماثور نہیں۔ ② الفاظ سے نیت کرنے والا یا تو انشا کا ارادہ کرتا ہے، یا خبر کا، ہر دو لحاظ سے باطل ہے۔ انشا سے اس لیے کہ نماز ان عقود میں سے نہیں ہے، جو انشا سے ثابت ہوتے ہیں اور خبر سے اس لیے نہیں، کیوں کہ یا تو وہ خود کو خبر دے گا، یا اللہ کو یا کراما کاتبین کو۔ ان میں سے کوئی بھی صورت درست نہیں۔''

(التّنبيهات على مشكلات الهداية :1/509-510)

❁ علامہ ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ (۸۶۱ھ) لکھتے ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْحُفَّاظِ : لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقٍ صَحِيحٍ وَّلَا ضَعِيفٍ أَنَّهٗ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ

الْاِفْتِتَاحِ : أُصَلِّي كَذَا، وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ، بَلِ الْمَنْقُولُ : أَنَّهٗ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهٰذِهِ بِدْعَةٌ .

''بعض حفاظ حدیث کہتے ہیں: نبی کریم ﷺ سے کسی صحیح یا ضعیف سند سے ثابت نہیں کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت فرمایا ہو: میں فلاں نماز پڑھتا ہوں۔ نہ ہی کسی صحابی یا تابعی سے ایسا کوئی عمل ثابت ہے، بلکہ یہ ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے، لہٰذا یہ (زبان سے نیت کرنا) بدعت ہے۔''

(فتح القدير :1/266-267)

❁ علامہ شرنبلالی رحمہ اللہ (۱۰۶۹ھ) لکھتے ہیں:

مَنْ قَالَ مِنْ مَّشَايِخِنَا : إِنَّ التَّلَفُّظَ بِالنِّيَّةِ سُنَّةٌ لَّمْ يُرِدْ بِهٖ سُنَّةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَلْ سُنَّةَ بَعْضِ الْمَشَايِخِ لِاخْتِلَافِ الزَّمَانِ وَكَثْرَةِ الشَّوَاغِلِ عَلَى الْقُلُوبِ فِيمَا بَعْدَ زَمَنِ التَّابِعِينَ .

''ہمارے مشائخ میں سے جنہوں نے کہا ہے کہ الفاظ سے نیت کرنا سنت ہے، ان کی مراد سنت نبوی نہیں، بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہے، جو انہوں نے تابعین کے دور کے بعد زمانہ مختلف ہو جانے اور دل پر مشغولیت بڑھ جانے کی وجہ سے جاری کر دیا تھا۔''

(مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص 84)

❁ علامہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (۱۰۱۴ھ) نقل کرتے ہیں:

''ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ نے بڑی عجیب بات کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حج کی نیت الفاظ سے کی، لہٰذا ہم نے اسے تمام عبادات پر قیاس کرلیا۔

ہم کہتے ہیں:......ایسی کوئی روایت موجود نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہو، میں حج کی نیت کرتا ہوں، بلکہ روایت یوں ہے کہ اللہ! میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ یہ تو دعا ہے۔ خبر نیت کے قائم مقام تب ہو گی، جب اسے انشا بنایا جائے، جو کہ عقد (لین دین) میں ہوتا ہے، نیز عقد انشائی غیر معلوم چیز ہے۔ اس احتمال کے باوجود بھی استدلال درست نہیں اور اسے مقیس علیہ بنانا صحیح نہیں، بلکہ محال ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کے عدم ورود سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بات غلط ہے، جب تک ورود (ثبوت) نہ ہو، تب تک عدم وقوع ہی لازم آئے گا۔ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے، تو اللہ اکبر کہتے تھے، اگر آپ کوئی اور الفاظ بولتے، تو صحابہ کرام اسے نقل کر دیتے، نیز مسیء الصلوٰۃ سے آپ ﷺ نے فرمایا تھا: جب آپ نماز پڑھنے لگیں، تو اللہ اکبر کہیں......۔ یہ دلیل ہے کہ نیت کے الفاظ کی کوئی حیثیت نہیں۔ ابو داود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ تکبیر تحریمہ سے پہلے کچھ پڑھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔''

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح :42/1)

❁ علامہ عبد الحی لکھنوی حنفی رحمہ اللہ (۱۳۰۴ھ) لکھتے ہیں:

''یہاں تین صورتیں بنتی ہیں:

① صرف دل کی نیت پر اکتفا کر لینا، اتفاق ہے کہ یہ کافی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہی طریقہ مروی ہے۔ نیز ان میں کسی سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ میں نے فلاں نماز کی فلاں وقت میں نیت کی یا نیت کرتا ہوں، وغیرہ۔ ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں یہ بات واضح کر دی ہے۔

② صرف الفاظ سے نیت کرنا، دل کا ارادہ وقصد نہ ہو، یہ بالاتفاق ناکافی ہے۔

③ دونوں کو جمع کرنا، تحفۃ الملوک کے مطابق یہ سنت ہے، جو کہ درست نہیں اور 'المنیۃ' کے مطابق یہ مستحب ہے، یعنی علما کا فعل ہے اور انہوں نے اسے مستحب کہا ہے، ایسا نہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کا عمل تھا یا آپ نے اس کی ترغیب دلائی تھی، کیوں کہ یہ بالکل ثابت نہیں۔ احناف نے اسے مستحب اور مستحسن کہنے کی علت یہ بتائی ہے کہ اس سے دل وزبان کی موافقت اور ایک فرض کے لیے اہتمام ہو جاتا ہے۔''

(عمدة الرّعاية :139/1)

سوال: جس نے اذان کہی، کیا اقامت بھی وہی کہے گا؟

جواب: بہتر یہی ہے کہ اذان کہنے والا ہی اقامت کہے، البتہ کوئی دوسرا کہہ دے، تو کوئی حرج نہیں۔

❀ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

جَائِزٌ أَنْ يُقِيمَ غَيْرُ الَّذِي أَذَّنَ؛ لِأَنَّهُ لَمْ يَأْتِ عَنْ ذٰلِكَ نَهْيٌ يَّصِحُّ .

''یہ جائز ہے کہ مؤذن کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اقامت کرے، کیونکہ اس بارے میں کوئی ممانعت ثابت نہیں۔''

(المحلّٰی : 184/2، الرقم : 329)

اس بارے میں مروی روایات ضعیف ہیں۔

❁ زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَذَّنَ فَهُوَ يُقِيمُ .

''جو اذان کہے، وہی اقامت کہے۔''

(سنن أبي داود : 514، سنن التّرمذي : 199، سنن ابن ماجه : 717)

سند ضعیف ہے۔ عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم افریقی ضعیف ہے۔

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرذعي لأبي زرعة : 517/2)

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ (۳۱۹ھ) فرماتے ہیں:

حَدِيثُ الْأَفْرِيقِيِّ غَيْرُ ثَابِتٍ، وَأَحَبُّ إِلَيْنَا أَنْ يُقِيمَ مَنْ أَذَّنَ .

''افریقی والی حدیث ثابت نہیں، البتہ مجھے بہتر یہی لگتا ہے کہ اذان کہنے والا ہی اقامت کہے۔''

(الأوسط : 52/3)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(خلاصة الأحكام : 297/1)

❁ طبقات المحدثین لابی الشیخ (۳۹۶/۲) والی سند بھی ضعیف ہے۔

① داود بن میسرہ (والصواب: عبدالغفار بن میسرہ) ''مجہول'' ہے۔

(الجرح والتعديل لابن أبي حاتم : 54/6)

② عبد الغفار بن میسرہ اور سیدنا زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کے درمیان ''رجل''، مبہم کا واسطہ ہے۔

③ مبارک بن فضالہ مدلس ہیں، سماع کی تصریح نہیں کی۔

❀ سیدنا عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

أَنَا أَرَى الرُّؤْيَا وَيُؤَذِّنُ بِلَالٌ قَالَ : فَأَقِمْ أَنْتَ .

''اذان کو خواب میں میں نے دیکھا تھا، جبکہ دی بلال رضی اللہ عنہ نے ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلیں آپ اقامت کہہ لینا۔''

(مسند أبي داود الطيالسي : 1199، سنن أبي داود : 512)

سند ضعیف ہے۔

① محمد بن عمرو واقفی انصاری ''ضعیف'' ہے۔

② عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن زید انصاری ''مجهول الحال'' ہے۔

اس سند میں عجیب وغریب تصحیف ہوئی ہے۔

❀ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فِيهِ نَظَرٌ لِأَنَّهُ لَمْ يُذْكَرُ سَمَاعُ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ .

''اس سند میں شدید اختلاف ہے، اس لیے کہ بعض راویوں کا بعض سے سماع نہیں ہے۔''

(التاريخ الكبير : 183/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا يُقِيمُ مَنْ أَذَّنَ .

''اقامت وہی کہے، جس نے اذان کہی ہے۔''

(ناسخ الحديث ومنسوخه لابن شاهين : 168)

سند سخت ضعیف ہے۔ سعید بن راشد مازنی ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

❁ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''منکر'' کہا ہے۔

(علل الحديث : 233/2)

❁ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(سؤالات البرذعي لأبي زرعة : 517/2)

❁ الکامل لابن عدی (۳/ ۳۶۵) والی سند بھی سخت ضعیف ہے۔ حسام بن مصک ''متروک ومنکر الحدیث'' ہے۔

❁ تاریخ بغداد (۱۶/ ۹۱) والی سند بھی ضعیف ہے۔ ابوبکر احمد بن محمد بن عمر بن عبدالرحمٰن منکدری متکلم فیہ راوی ہے، اس کی بعض منکر روایات ہیں۔

❁ الکامل لابن عدی (۷/ ۳۵۹) میں محمد بن فضل بن عطیہ نے اس روایت کو سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مسند بنایا ہے، جبکہ یہ سند جھوٹی ہے، محمد بن فضل ''کذاب ووضاع'' ہے۔